عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی !!

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

رجب ۱۴۲۹ھ/جولائی ۲۰۰۸ء

RegNo.P476

جلد:ششم

شمارہ: 11

فہرست

فی شمارہ: 15/- روپے

سالانہ بدل اشتراک: 180/-روپے

ملنے کا پتہ: پوسٹ آفس بکس نمبر 1015، یونیورسٹی کیمپس، پشاور۔

ای۔میل:<<< mahanama_ghazali@yahoo.com

saqipak99@gmail.com

physiologist72@yahoo.com

ویب سائٹ: www.iaa.org.pk

نماز (دسویں قسط)

(حضرت مولانا اشرف صاحب سلیمانیؒ)

ایک دوسرے طالب کو ارقام فرمایا:

”آپ کسی وقت دو رکعت نفل (توبہ) بہ اخلاص پڑھ کر استغفار کیجئے اور اسی وقت سے کام شروع کر دیجئے اور پوری توبہ گزشتہ تقصیروں پر کر کے آگے کے لئے اطاعتِ کامل کا عزم کیجئے اللہ تعالیٰ پورا فرمائیں گے۔ وَ مَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ۔“

ایک مسترشد کو لکھا:

”کسی جمعیتِ خاطر کے وقت اچھی طرح وضونیت کے ساتھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر کریں اور دو رکعت نماز کمال خشوع وخضوع کے ساتھ نمازِ توبہ کی نیت سے پڑھیں۔ پہلی رکعت میں قل یا ایھا الکافرون اور دوسری رکعت میں قل ھو اللہ احد پڑھا جائے۔ اس کے بعد کمال استقامت کے ساتھ گزشتہ معاصی سے بہ درگاہِ الٰہی پوری انابت، عاجزی و مسکینی سے توبہ کی جائے اور آئندہ ان معاصی سے بچنے کا عزمِ صمیم کیا جائے“

غرض حضرت والا رحمہٗ اللہ تعالیٰ گناہوں کی معافی کے لئے نمازِ توبہ کی بہت تاکید فرماتے تھے۔ حدیث میں بھی صلوٰۃ توبہ کی بہت فضیلت آئی ہے۔ چنانچہ ترمذی میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے:

ما من رجلٍ یذنب ذنباً ثم یقوم فیتطھر ثم یصلی ثم یستغفر اللّٰہ الا غفر اللّٰہ لہٗ ثم قرأ ھٰذِہٖ الایۃ وَ الَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَا حِشَۃً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ ذَکَرُو اللّٰہَ الی آخر الایۃ

ترجمہ: جس شخص سے گناہ صادر ہو جائے پھر وہ اٹھے اچھی طرح وضو کرے پھر نماز پڑھے پھر استغفار پڑھے تو اللہ تعالیٰ (اس عمل کی برکت سے) اس کے گناہ بخش دے گا۔ پھر آپؐ نے تائید میں یہ آیت پڑھی (جس کا ترجمہ یہ ہے) اور ایسے لوگ جب کوئی ایسا کام کر گزرتے ہیں جس میں زیادتی ہو یا اپنی ذات پر نقصان اٹھاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کو یاد کر لیتے ہیں پھر اپنے گناہوں کی معافی چاہنے لگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا

اور ہے کون جو گناہوں کو بخشتا ہو اور وہ لوگ اپنے فعل پر اصرار نہیں کرتے اور وہ جانتے ہیں۔"

ابوداؤد ونسائی، ابن ماجہ، صحیح ابن حبان اور بیہقی میں بھی روایت ہے۔ ابن حبان اور بیہقی نے "ثم یصلی رکعتین" یعنی پھر دو رکعت نماز پڑھے، کے لفظ روایت کئے ہیں۔ ابن خزیمہ نے بھی اسی طرح سے روایت بغیر سند کے نقل کی ہے۔ (الترغیب والترہیب، ص:۱۷۲، جلد۔۱)

تکمیل و تحسین صلوٰۃ:

نماز بقول قاضی بیضاویؒ ام العبادات، مومنین کا معراج اور رب العلمین سے سرگوشی ومناجات ہے۔

(التفسیر البیضاوی)

امام غزالیؒ لکھتے ہیں:

فان الصلوٰۃ عماد الدین و عصام الیقین و رأس القربات و غرۃ الطاعات

(احیاء العلوم الدین ص:۱۴۵، جلد۔۱)

ترجمہ: نماز دین کا ستون، یقین (وایمان) کا گلوبند (زیور)، قربت والے اعمال کی سردار اور طاعات میں سب سے پسندیدہ ہے۔

نماز روحِ دین، نورِ ایمان، جانِ عبادت اور بہارِ طاعت ہے۔ تکمیلِ صلوٰۃ مومن کا سب سے بڑا زینہ ہے۔ سیرت سازی اور تربیتِ نفس، تعمیرِ اخلاق، اصلاحِ باطنی، صفائی قلب اور حصولِ عبدیت میں نماز کا عظیم حصہ ہے۔ نماز ایک ایسی قوتِ متحرکہ ہے جو نمازی کو احکام الٰہی کا پابند اور معاصی سے مجتنب و نفور بنادیتی ہے۔ ایمان وتقویٰ کا کمال نماز کے کمال پر منحصر ہے۔ گزشتہ اوراق میں اس مہتم بالشان عبادت کے متعلق جو مباحث گزرے ہیں اس سے بھی نماز کے ظاہری و باطنی آداب کی رعایت، اس کے احکام کی حفاظت اور تحسین و تکمیل کی ضرورت واضح ہو جاتی ہے۔ حضرت سیدی قدس سرہٗ نماز کی درستگی و کمال، آراستگی و جمال اور اس کی روح و حقیقت کے حصول و بقا اور اس کی ظاہری و باطنی تزئین و آرائش کے لئے طالبین کو ہمیشہ تلقین وفہمائش فرماتے رہتے تھے۔ ایک طالب کو ارقام فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ آپ کی باطنی حالت کو آراستہ کرے اور باطنی احوال میں ترقی عنایت

فرمائے۔ ہر بات میں اور ہر حال میں رضائے مولیٰ پر نظر رہے اور نماز کی تحسین و آراستگی کا پورا خیال رہے۔نماز کے تحسین کے معنٰی یہ ہیں کہ نماز کے سارے آداب مستحسن طریقے سے ادا کئے جائیں اور سنن کا لحاظ رکھا جائے ،ارکان کے ادا کرنے میں تعدیل ہو، رکوع وسجود کی تسبیحات تین تین سے زیادہ بڑھادی جائیں اور مسنون وقت کا خیال رکھا جائے۔''

ایک دوسرے طالب کوتحریر فرمایا:

''نماز کواپنی طرف سے پورے ظاہری و باطنی آداب اور خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کرنے کی کوشش کیجئے۔جس قدر حاصل ہواس پر شکر کیجئے اور آئندہ کے لئے ہمت کیجئے اور دعا کیجئے۔اس کے حصول کا طریقہ جب آپ پوچھیں گے عرض کیا جائے گا۔نماز با جماعت کی پابندی پر مبارک، اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے۔ قلب کی مشغولی (نماز میں) یہ سہواً واقع ہوتی ہے۔نماز میں صرف نماز کے ارکان اور قرأت اور ادعیہ کی طرف توجہ رکھی جائے اور قرآن پاک کی تلاوت روزانہ کا معمول کیجئے تا کہ قرأت صحیح ہو۔''

ایک خادم سے استفسار فرماتے ہیں:

''نماز کا کیا حال ہے؟ اس میں یکسوئی اور خضوع وخشوع اور نماز میں جماعت کی پابندی اوقاتِ مسنونہ کی پابندی اور اتباع سنت کا شوق کہاں تک ہے؟''

ایک سالک کولکھتے ہیں:

''نماز میں اعتدالِ ارکان اور حضورِ قلب کی کوشش ہو۔(نماز میں) یہ تصور (ہو) کہ بندہ اپنے آقائے حقیقی کے سامنے کھڑا ہے اور وہ اس کو دیکھ رہا ہے، اس کا اثر یہ ہو کہ قلب میں سکون اور جسم میں پستی اور تواضع کی شان ہو۔''

کسی کا شعر ہے

نگاہ نیچی کئے کھڑا ہوں وہ سامنے میرے جلوہ گر ہیں

زبان میری کلام ان کا، میں پڑھ رہا ہوں وہ سن رہے ہیں

بیان (قسط۔٢)

(ڈاکٹر فدا محمد صاحب مدظلہٗ، بمقام کبیر میڈیکل کالج پشاور)

آج کے بیان کے تین چار عنوانات تھے اُن کو سامنے رکھ کر بات کرنی تھی پہلے جو عنوان تھا وہ نظامِ ہدایت اور نظامِ معیشت، پھر نظامِ ہدایت میں انبیاء علیہ الصلوٰۃ السلام بطورِ نمونہ اور نمائندہ کے، پھر اُس میں حضورؐ سب سے ایک نمبر پر اور حرفِ آخر، کہ آپ سے اوپر کسی کا درجہ نہیں ہے اور اِس میں ایک تذکرہ میں نے یہ کرنا تھا کہ آپ کی آمد کا تذکرہ آدمؑ سے شروع ہو کر حضورؐ کے دنیا میں تشریف لانے تک سارے زمانوں میں کیا گیا ہے چنانچہ سب سے پہلا تذکرہ آپ ﷺ کا آدمؑ کے تذکرے میں آتا ہے کہ آدمؑ کے جنت سے نکلنے کے بعد جو آدمؑ کی دعا قبول ہوئی ہے تو وہ حضورؐ کے وسیلہ سے ہوئی ہے تو اُن سے پوچھا گیا کہ آپؑ اُن کو کیسے جانتے ہیں؟ تو اُنہوں کہا یا اللہ تبارک وتعالیٰ! جب آپ نے میرے اندر روح ڈالی اور میں نے آنکھیں کھولیں تو میں نے عرش پر لا الہ الا اللہ محمد الرّسول اللہ لکھا ہوا دیکھا تو مجھے اس بات کا اندازہ ہوا کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے بڑی کوئی شخصیت نہیں ہے کیونکہ آپ نے اپنے نام کے ساتھ جس نام کو رکھا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کے بعد اگر کسی کا درجہ ہے انسانوں میں تو وہ یہی شخصیت ہے، اس لئے میں نے جان لیا تھا۔ اس لئے میں نے سارے استغفار کے کلمات پڑھے تو آخر میں میں نے اُس وسیلے کو اختیار کیا۔ پھر تورات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خطاب ہے کہ اے موسیٰ! کہ اگر تو چاہتا ہے کہ تجھ سے اللہ تبارک وتعالیٰ انتہائی راضی ہو جائے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ تو ہر روز حضرت محمد ﷺ پر درود شریف پڑھا کر اور انجیل میں تو کوئی بیس سے زیادہ مقامات پر آپ ﷺ کی تشریف آوری کا لکھا ہوا ہے۔ پادریوں کے انجیل میں تبدیلیاں لانے کے باوجود برنباس حواری کی انجیلِ برنباس میں یہ تذکرہ واضح موجود تھا۔ اس کتاب کو عیسائیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے قریب ناپید کیا کیونکہ ان کو سیاسی لحاظ سے بڑا خطرہ تھا کہ جب ایسے پیغمبر کا ظہور ہو جائے گا جس کا تذکرہ انجیل میں ہے اُس کی سیادت وقیادت ہو جائے گی اور باقی سارے لوگ اس کے آگے شکست کھا جائیں گے۔ انھوں نے انجیل برنباس کو ناپید کیا وہ انجیل آج سے کچھ سال پہلے سپین کی لائبریری سے نکلی ہے، سپینش Spanish زبان میں۔ اُس کا عربی میں

ترجمہ کرایا گیا ہے اور اُس میں بیس سے زیادہ مقامات پر حضورﷺ کی آمد کا تذکرہ ہے۔اس پر عیسائیوں نے کہا کہ خود ہی ایک کتاب سپینش میں لکھ لی اور خود ہی ترجمہ کر دیا اور اُس کو شائع کر دیا۔اتفاق سے اٹالین (Italian) زبان میں انجیل برنباس کا ایک نسخہ اٹلی کے ایک کتب خانے سے نکلا۔اُس کا عربی ترجمہ کرایا گیا۔ وہ ترجمہ اور پہلا ترجمہ دونوں بالکل ایک جیسے۔حق پرست دنیا نے یہ مانا کہ واقعی یہ صحیح بات ہے۔تو انجیل میں آپﷺ کا تذکرہ آیا ہوا ہے۔

یہ تو گویا آسمانی کتابیں ہیں اور انبیاء علیھم السلام نے آپﷺ کا تذکرہ کیا ہوا ہے۔اس کے علاوہ وہ چیزیں جو کہ آسمانی نہیں ہیں اور آج کے دور اور باطل مذاہب کی شکل میں ہیں ان کتابوں تک میں آپﷺ کا تذکرہ آیا ہوا ہے۔مہاراجہ بکرماجیت ہندوستان میں ایک راجہ گزرا ہے۔آج کل بکرمی سن جو چل رہی ہے یعنی ۲۰۵۴ء بکرمی، یہ اس کی ترتیب دی ہوئی ہے۔بکرماجیت اس زمانے کا نجوم کا بہت ماہر گزرا ہے۔نجوم کا علم ایک باطل اور غلط علم ہے لیکن علم ہے سہی۔اس نے ستاروں کی گردش سے ستاروں کا حساب کتاب کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے چھ سو سال پہلے ایک تحریر لکھی ہوئی ہے، وہ ہندی اور سنسکرت کی تحریر ہے۔اس کا نام ہے،''نک لنک کی پران''یعنی ''معصوم کی نعت''۔

نکلنک کی پران میں اس نے لکھا ہے کہ اس دیش (ہندوستان) سے پچھّم (مغرب) کی طرف ایک بالک (لڑکا) جنم لے گا، یعنی ایک بچہ پیدا ہوگا۔اس کی پیدائش سے پہلے اس کے پتا (والد) کی دھ (وفات) ہو چکی ہوگی، یعنی پیدائش سے پہلے اس کے باپ کی وفات ہو چکی ہوگی۔وہ نکلنک ہوگا یعنی وہ معصوم ہوگا۔جس سمے (زمانہ) اس کی پیدائش ہوگی اس نگری میں بہت دھونش دھانش ہوگی یعنی جس سال اسکی پیدائش ہوگی اس سال اس علاقے میں بہت افراتفری کے حالات ہوں گے۔چنانچہ اصحابِ فیل کا واقعہ اور جنگوں اور لڑائیوں کے واقعات اس زمانے میں بہت ہوئے۔

وید کا ایک بیان جسے بنارس یونیورسٹی کے ایک پروفیسر نے اپنی ریسرچ (تحقیق) میں لکھا ہے، نوائے وقت نے اس کو رپورٹ کیا ہوا ہے اور کٹنگ میرے پاس (حضرت ڈاکٹر فدا صاحب) موجود ہے۔اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا تذکرہ ہے۔اس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ کا نام وشنو بھگت ہوگا اور ماں کا نام سومانب ہوگا۔وہ برقی گھوڑے پر بیٹھ کر ساری کائنات کی سیر کریں

گے۔ یہ جگت گرو ہوں گے یعنی عالمی رہنما۔ان کے ساتھیوں کے پاس تلواریں، نیزیں، یہ چیزیں ہوں گی۔ وشنو بھگت سنسکرت کا لفظ ہے۔وشنو کہتے ہیں اللہ کواور بھگت کہتے ہیں بندہ کو۔ ہمارے ہاں ولی ہوتا ہےان کے ہاں بھگت ہوتا ہے۔وشنو بھگت کا عربی میں ترجمہ کریں تو''عبداللہ'' بنتا ہے۔سومانب سنسکرت کا لفظ ہے جس کا ترجمہ ہے امن پائی ہوئی عورت۔عربی میں اس کا معنی بنتا ہے'' آمنہ۔'' برقی گھوڑے پر سوار ہوکر ساری کائنات کی سیر کرنا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج کا واقعہ ہےاور آپ کے جہاد کرنے والے اصحابہ کرام کے پاس تلواریں، نیزے اور برچھے ہیں۔اس کے ضمن میں بنارس کے پروفیسر صاحب نے دعوت دی ہے ساری دنیائے ہندوستان کو کہ تلوار برچھے والا دور تو گزر چکا ہے لہٰذا جس جگت گرو کا انتظار کررہے ہوانکا دور گزر چکا ہے۔وہ جگت گرو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔

دوسرے وید کا بیان ہے۔اس وید میں لکھا ہے کہ ایک جگت گرو آئے گا جس کی پیدائش ڈھائی پہردن چڑھے ہوگی۔اس کی شادی بہت مالدار عورت سے ہوگی۔اس کی شادی سومنی سے ہوگی۔اب حضور صلی اللہ صلی کی پیدائش ڈھائی پہردن چڑھے یعنی دن شروع ہونے کے ڈھائی گھنٹے بعد کا تذکرہ ہے جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہوئی ہے صبح صادق کواور وید کہہ رہا ہے کہ ڈھائی گھنٹے بعد ہوئی ہے۔تو مکہ مکرمہ کا جو ٹائم ہے اس کا اور پاکستان کا دو گھنٹے کا فرق ہےاور ہندوستان کا ڈھائی گھنٹے کا فرق ہے۔یعنی جس وقت مکہ مکرمہ میں صبح صادق تھی تو ہندوستان میں ڈھائی گھنٹے گزر چکے تھے۔اس لیے آپ کی پیدائش ڈھائی گھنٹے دن چڑھے ہوگی۔اس کی شادی بہت مالدار عورت سے ہوگی جو حضرت خدیجہ الکبریٰؓ ہیں کیونکہ آپ مکہ مکرمہ کی آدھی معیشت کی مالکہ تھی اوراس کی شادی سومنی سے ہوگی۔سومنی سنسکرت کا لفظ ہے جس کا معنی بنتا ہے''عائشہ۔''

یہ پہلی کتابوں اور ویدوں میں آپ کا تذکرہ ہے جن پر پوری کتابیں لکھی ہوئی ہیں۔جن میں سے ان دو کا تذکرہ آپ کے سامنے کردیا۔

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆☆☆

صبح صادق اور صبح کاذب کے بارے میں ایک علمی اور تحقیقی جائزہ معروف بہ ”کشف الستر عن اوقاتِ العشاء و الفجر“ (تیسری قسط)

(مفتی شوکت صاحب)

فصل نمبر۱ ﴿احادیث مبارکہ﴾

(۱) عن عبد اللّٰہ بن مسعودؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لا یمنعن احدکم اذان بلال من سحورۃ فانہ یؤذن او قال ینادی لیرجع قائمکم وینتبہ نائمکم ولیس الفجر ان یقول ھکذا وجمع یحیٰ کفہ حتی یقول ھکذا ومد یحیٰ باصبعیہ السبابتین .... (رواہ ابوداؤد فی کتاب الصوم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایات ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بلال کی اذان سننے سے سحری کھانا مت چھوڑیں، کیونکہ بلال اذان یا ندا اس لئے دیتے ہیں تاکہ تہجد پڑھنے والے گھر چلے جائیں اور سوئے ہوئے جاگ اٹھیں۔ اور یحیٰ نے مٹھی بند کر کے فرمایا اسی طرح فجر نہیں ہوتی، بلکہ انگلیاں دائیں بائیں کھول کر فرمایا (فجر صادق) اسی طرح ہوتی ہے۔

(۲) عن عبد اللہ بن سوادۃ القشیری عن ابیہ قال سمعت سمرۃ بن جندب یخطب و ھو یقول قال رسول اللہ لایمنعن من سحورکم اذان بلال ولا بیاض الافق الذی ھکذا حتے یستطیر .... (رواہ ابوداؤد فی کتاب الصوم)

ترجمہ: عبداللہ بن سوادۃ اپنے باپ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ میں نے سمرہ بن جندبؓ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بلال کی اذان یا افق پر سیدھی روشنی آپ کو سحری کھانے سے نہ روکے، یہاں تک وہ روشنی افق پر عرضاً پھیل جائے۔

(۳) عن زید بن ثابت قال تسحرنا مع النبی ﷺ ثم قام الیٰ الصلوٰۃ قلت کم کان بین

الاذان و السحور قال قدرخمسین آیة .... (رواہ مسلم، بخاری، ترمذی، ابن ماجہ، مسند احمد)

ترجمہ: زید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سحری کھائی، اس کے بعد آپ نماز کیلئے کھڑے ہوگئے۔ (راوی کہتا ہے) میں نے کہا اذان اور سحری کے درمیان کتنا وقفہ تھا (زید نے کہا) پچاس آیات پڑھنے کے برابر۔

(۴) عن سمرةؓ قال قال رسو ل اللہ ﷺ لا یغرنکم اذان بلال و لا ھٰذا البیاض لعمود الصبح حتیٰ یستطیر ھٰکذا ....(رواہ مسلم)

ترجمہ: آپکو بلالؓ کی اذان اور یہ آسمان کی طرف اونچائی میں جاتی ہوئی روشنی دھوکہ میں نہ ڈالے یہاں تک کہ یہ پھیل جائے۔

(۵) وعن سمرةؓ قال قال رسو ل اللہ ﷺ لا یغرنکم اذان بلال و لا ھٰذا البیاض حتیٰ ینفجر الفجر ھٰکذا و ھٰکذا معترضاًقال ابو دؤد و بسط یدیه نمیناً و شمالاًماداً یدیه ....

(رواہ نسائی)

ترجمہ: آپ کو دھوکہ میں نہ ڈالے بلالؓ کی اذان اور نہ یہ سفید روشنی یہاں تک کہ یہ چھوڑائی میں فجر ہوکر پھیل جائے۔

(۶) عن عائشہؓ ان بلالاً کان یؤذن بلیل فقال رسول ﷺ کلوا و اشربوا حتیٰ یؤذن ابن ام مکتوم فانہ لا یؤذن حتی یطلع الفجر قال القاسم و لم یکن بین اذانھما الا ان یرقیٰ ذا و ینزل ذا. رواہ بخاری.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ بلالؓ رات میں اذان دیتے تھے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کھاؤ پیو جب تک ابن ام مکتومؓ اذان نہ دے کیونکہ وہ اس وقت تک اذان نہیں دیتے جب تک فجر طلوع نہ ہوجائے۔ اور قاسم نے کہا ان دونوں اذانوں کے درمیان بس اتنا ہی فرق ہوتا تھا کہ ایک چڑھے اور دوسرا اترے۔

احادیث کا خلاصہ: احادیث شریفہ کی روشنی میں صبح کاذب اور صبح صادق کی جونشانیاں ملتی ہیں خلاصہ ان کا مندرجہ ذیل ہے:

صبح صادق کی نشانیاں: روایات کے مطابق صبح صادق میں مندرجہ ذیل نشانیاں ہونا ضروری ہے۔

(i) مستطیر: اس کی روشنی مستطیر (افق پر شمالاً جنوباً پھیلی ہوئی) ہوگی۔ کما دل علیہ "یستطیر" (یعنی

یستطیر کے الفاظ اس پر دال ہیں)

(ii) بالکل واضح اور صاف: صبح صادق کی روشنی ایسی ہوگی کہ ظاہر ہو کر کسی قسم کا ابہام یا شک وتشویش نہیں چھوڑے گا بلکہ اس کی روشنی خوب واضح ہوگی "ودلَّ عَلَیۡہِ تَبَیَّنَ" (یعنی یتبین اس پر دال ہے)

(iii) اتصال: صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے صبح کاذب طلوع ہوگی جس کی روشنی صبح صادق سے کچھ دیر پہلے تک قائم رہے گی۔ یعنی صبح کاذب جونہی غائب ہو جائے معمولی وقفے کے بعد صبح صادق طلوع ہو جائیگی بالفاظ دیگر کہا جاسکتا ہے کہ صبح صادق کے طلوع ہونے سے پہلے شرقی افق روشن ہوگا۔ **کمادل علیه لفظ الغایة "حتیٰ" ومغیاه یستطیر** (یعنی روایت میں صبح کاذب کے بعد یستطیر کیساتھ حتی اس حقیقت پر دال ہے کہ صبح کاذب کی روشنی کے بعد ہی صبح صادق طلوع ہوگی) یہ نہیں ہوگا کہ صبح کاذب تورات کے ابتدائی یا درمیانی حصے میں طلوع ہو کر غائب ہو جائے اور صبح صادق اس کے گھنٹوں بعد طلوع ہو۔ یہ صورت حدیث کے مفہوم کیساتھ مطابقت نہیں رکھتی۔

(iv) انتشار سریع: ظاہر ہونے کے بعد اپنی جگہ پر پندرہ بیس منٹ تک رکی نہیں رہے گی۔ بلکہ ظاہر ہوتے ہی افق پر اس کا پھیلنا شروع ہو جائیگا۔ **وایضاً دل علیه یستطیر** (یعنی یستطیر کا مطلب ہی یہ ہے کہ جلدی پھیل جائے یہی وجہ کہ فقہاء کرام نے بالاتفاق یہ علامت ذکر کی ہے۔ اپنے مقام پر ان کے حوالے آئیں گے۔ ان شاءاللہ

قارئین آپ نے احادیث کی روشنی میں صبح کاذب اور صبح صادق کی نشانیاں ملاحظہ فرمائی۔ اب اگلی فصل میں ان نشانیوں کو تفصیل کیساتھ ذکر کر کے ان روشنیوں پر منطبق کرنے کی کوشش کی جائیگی جن روشنیوں کو 18 درجے والے قائلین صبح صادق اور صبح کاذب کہتے ہیں۔

صبح کاذب کی نشانیاں: روایات کے مطابق صبح کاذب میں مندرجہ ذیل نشانیاں ہونا ضروری ہے۔

(i) مستطیل: اس کی روشنی ظاہر ہو کر افق پر شمالاً جنوباً پھیلنے کی بجائے اوپر آسمان میں اونچائی کی طرف بڑھے گی۔ **کما دل علیه" ولا هٰذا البیاض لعمود الصبح"** (یعنی حدیث کے الفاظ **لعمود الصبح** اس پر دال ہیں)

(ii) تعمیم: معتدل خطے جہاں دن کے پانچ اوقات باقاعدہ پائے جاتے ہوں صبح صادق طلوع ہوگی تو صبح کاذب بھی ہوگی، **کما دل علیه تعمیم الاحادیث المذکورة وغیرها وایضاً استدل المفتیون فی فتاواهم ستذکر انشاء الله تعالیٰ**، (یعنی احادیث کی عمومیت اس حقیقت پر دال ہے اور مفتیان کرام نے بھی انہی احادیث کو سامنے رکھ کر اس بات پر فتویٰ دیا ہے، جن کو اپنے مقام پر ان شاءاللہ ذکر کیا جائے گا) لہٰذا یہ نہیں ہوگا کہ صبح کاذب سال کے ۱۲ مہینوں میں صرف ۲ مہینے طلوع ہوگی۔

(جاری ہے)

میری زندگی کس طرح بدلی

(ڈاکٹر محمد سفیر صاحب، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ میڈیسن، نصیر تدریسی ہسپتال، پشاور)

اپنے پیرو مرشد حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب کے حکم کی تعمیل میں اپنے پھوپھی زاد بھائی جبار خان کے حالات قلم بند کر کے پیش کر رہا ہوں۔ حضرت سے کئی مرتبہ یہ سنا ہے کہ کامل شخصیات کی صحبت سے یا ان کے مواعظ پڑھنے یا سننے سے انسان کی زندگی بدل جاتی ہے۔ جبار خان صاحب حضرت کے اس فرمان کی زندہ مثال ہیں چونکہ جبار خاں صاحب پڑھنا لکھنا نہیں جانتے اس لیے اُن کے زندگی بدلنے کے حالات اُن سے سن کر قلم بند کر رہا ہوں۔

حالات:

میرا نام جبار خان ہے، ضلع کوہاٹ کے ایک گاؤں خوشحال گڑھ کا رہنے والا ہوں، نظام پور سیمنٹ فیکٹری میں ایک مزدور کی حیثیت سے کام کرتا ہوں۔ میں تعلیم یافتہ نہیں ہوں۔ کبھی سکول یا مدرسہ گیا ہی نہیں۔ بچپن میں بکریاں چراتا تھا اور پھر مختلف جگہوں پر مزدوری کرتا رہا۔ میرے والد مرحوم ایک بہت نیک انسان تھے۔ دین سے بچپن سے کوئی واقفیت نہیں رہی اگر چہ والد مرحوم صاحب اس بات کی بہت تاکید کرتے تھے کہ نماز، روزہ کی پابندی کیا کرو اور خود کو برے کاموں سے بچاؤ، مساجد کی خدمت کیا کرو، لیکن میں نے کبھی بھی ان کی باتوں پر توجہ نہیں دی اور انکی نصیحت نہ مانی۔ مزید یہ کہ بحیثیت مزدور مختلف فیکٹریوں میں کام کیا۔ وہاں عمومی طور پر مزدور طبقہ دین سے ناواقف ہوتا تھا۔ اسلیے ان کے ماحول کے اثر کی وجہ سے بھی دین سے مکمل ناواقفیت رہی۔ البتہ بہن بھائی یا اور قریبی رشتہ دار کہتے رہتے تھے کہ اور کچھ نہیں کرتے ہو تو کم از کم نماز تو پڑھ ہی لیا کرو۔ لیکن میں یہ کہہ کر کہ میں نماز پڑھ چکا ہوں ان کو ٹال دیتا تھا۔ میری زندگی میں ہر برائی تھی جس کی وجہ سے خاندان کے افراد مجھ سے بہت تنگ رہتے تھے۔ چار سال پہلے میں ذہنی مریض بھی رہا جس کا بروقت علاج ڈاکٹر سفیر صاحب نے کر کے مجھ پر احسان کیا اور میں صحت یاب ہو گیا۔ اس بیماری کے بعد مجھے اپنے اندر کچھ فرق محسوس ہونا شروع ہوا۔ لیکن یہ احساس اور فرق اتنا نہیں تھا کہ مجھے نمازی بنا دیتا اور باقی برائیوں سے بچنے کا ذریعہ بنتا۔ صرف یہ احساس بار بار محسوس ہوتا تھا

کہ میں زندگی ضائع کررہا ہوں۔ پھر ایک سال پہلے میری زندگی میں ایک خوشگوار واقعہ پیش آیا جس نے میری زندگی مکمل طور پر بدل ڈالی۔ میرے دو ساتھی رائے ونڈ کے سالانہ اجتماع پر گئے مجھ سے بھی بہت اصرار کیا لیکن میں نہیں گیا کیونکہ دل میں شوق ہی نہیں تھا۔ انھوں نے اجتماع سے واپسی پر میرے لیے مولانا طارق جمیل صاحب کے بیانات کی کیسٹ خریدی اور مجھے لا کر دی کہ یہ بیانات کبھی سن لینا۔ فیکٹری سے چھٹی کے بعد میں اپنے کمرے آیا تو سوچا آج یہ کیسٹ ہی سن لوں وقت گزر جائے گا۔ مولانا صاحب کے بیانات سن کر میرے دل میں ایک عجیب خوف پیدا ہوا اور ان چند لمحات نے میری زندگی کو مکمل بدل ڈالا۔ میں نے تمام گناہوں سے مکمل طور پر توبہ کی اور اللہ کی یاد میں لگ گیا اکثر درود شریف پڑھتا رہتا تھا اور دل میں گزری ہوئی زندگی پر توبہ واستغفار کرتا رہتا تھا۔ فیکٹری آنے جانے کے لیے فیکٹری کی طرف سے ایک بس مزدوروں کے لیے مقرر ہے۔ ایک دن میں فیکٹری جانے کے لیے بس میں سوار ہوگیا درود شریف کا ورد میری زبان پر تھا اور دل سے استغفار کررہا تھا کہ مجھے محسوس ہوا کہ اللہ کی رحمت مجھ پر ہوگئی دل میں ایک سکون پیدا ہوگیا جس سے مجھے یہ یقین ہوگیا کہ میری توبہ قبول ہوگئی ہے۔ پھر میرے دل میں ایک جذبہ اُٹھا اور میں بس میں کھڑا ہوگیا اور تمام مزدوروں کو توبہ کی ، ہدایت کی اور نماز پڑھنے کی دعوت دینے لگا اور ایک تقریر شروع کردی۔ میرے اندر ایک جوش وخروش تھا رو رو کر میں نے سب کو اللہ کی طرف دعوت دی۔ بس میں بیٹھے مزدور یہ سمجھے کہ جبار پر ذہنی بیماری کا دورہ پھر آگیا ہے تو بطور شفقت اور محبت وہ مجھے بٹھانے اور پانی پلانے لگے کہ ہم تمھاری بات سمجھ گئے ہیں تم واپس کمرے چلے جاؤ تمھاری ذہنی بیمای شروع ہوگئی ہے یا کہو تو ہم تمھیں پشاور لے جاتے ہیں تاکہ بروقت علاج ہوسکے حالانکہ بات یہ نہیں تھی میرے دل میں اللہ کے تعلق کے لیے ایک تڑپ پیدا ہوچکی تھی جو مجھے جوش وخروش پر مجبور کررہی تھی میں نے ان سے کہا میں ذہنی مریض نہیں ہوں جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس کو مان لو کیوں کہ ایمان سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں ہے۔ میرا دل اللہ نے اپنے ایمان کے لیے کھول دیا ہے میری بات کو سمجھو۔ فیکٹری سے واپسی پر میں گاؤں آگیا۔ کیونکہ میرے دل

کا جذبہ مجھے مجبور کررہا تھا کہ جتنا جلدی ہوسکے اللہ کا پیغامِ ہدایت گاؤں والوں کو پہنچادوں زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں اس لیے سب سے پہلے میں نے اپنے خاندان سے آغاز کیا اور بچوں اور بیوی کو تبلیغ کی ۔ مجھے اس طرح دیکھ کر سب حیران تھے اور خوش بھی تھے کہ شکر ہے اس نے بھی کوئی نیک راستہ اختیار کیا۔ اس کے بعد باری باری بہنوں کے گھر گیا۔ پھر بھانجے، بھانجیوں کے پاس گیا اور پھر باقی رشتہ داروں اور گاؤں کے لوگوں کے پاس گیا۔ سب سے معافی مانگی اور اللہ کی دعوت دی۔ خاندان میں جن لوگوں کیساتھ کافی مدت سے بول چال نہیں تھی پھر انکے گھر گیا تمام سے معافی مانگی توبہ کی تلقین کی اور اپنی زندگی بدلنے کی تلقین کی، گاؤں کے لوگ اور رشتہ دار میری زندگی میں تبدیلی پر حیران تھے۔ الحمدللہ! میں ظاہراً شریعت کی پوری پابندی کرتا ہوں۔ آپ میرے باطن کے اصلاح کی بھی دعا فرمائیں۔ اب میں آپکو کچھ اور حالات سناؤں۔ الحمدللہ! اب اللہ کے ذکر، درود شریف سے میرا دل نہیں بھرتا، میں سارا دن کام کے دوران، سفر کے دوران اور اپنی رہائش گاہ پر اللہ کے ذکر میں مشغول رہتا ہوں جس سے میرے منہ میں ایک خوشبو پیدا ہوتی ہے جس کی مٹھاس اور لذت کو میں بیان نہیں کرسکتا۔ اللہ نے جہاں اور دین کی نعمتیں دیں وہاں ایک نعمت تہجد کی ہے۔ بغیر گھڑی اور الارم کے ٹھیک تہجد کے وقت میری آنکھ کھل جاتی ہے۔ پھر اس وقت جو کیفیات میرے دل پر گزرتی ہیں میرے بس سے باہر ہے کہ میں ان کو بیان کروں۔ اس کے ساتھ ساتھ دعا کیلئے اللہ نے میرا سینہ کھول دیا ہے جو دعا مانگتا ہوں وہ ضرور قبول ہوتی ہے۔ یہ محض اللہ کا فضل ہے کہ مجھ جیسے گنہگار اور گھٹیا انسان کو یہ دولت نصیب ہوئی ہے۔ شاید والدین کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ اب جب بھی دل دنیا کی طرف مڑتا ہے مولانا طارق جمیل صاحب کا ایک بیان سن لیتا ہوں جس سے ساری دل کی کیفیات بحال ہوجاتی ہیں اور توبہ کی توفیق ہوجاتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب (ڈاکٹر فدا محمد صاحب) آپ سے تعلق بنانا چاہتا ہوں لیکن میں ایک اَن پڑھ، جاہل شخص، نہ لکھنا آتا ہے نہ پڑھنا۔ آپ سے دعا کی درخواست ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

ملفوظاتِ شیخ ﴿حضرت ڈاکٹر فدا محمد دامت برکاتھم﴾ (قسط: نمبر ۳)

(ظہورالٰہی فاروقی صاحب)

اعمال بذات خود مقصود ھیں: فرمایا کہ بعض ساتھی یہ شکایت کرتے ہیں کہ اعمال میں دِل نہیں لگتا، طبیعت نہیں چاہتی اور بوجھ آتا ہے وغیرہ۔ تو اس سلسلے میں محققین کا یہ قول ہے کہ اعمال بذات خود مقصود ہیں، ان میں دِل لگے یا نہ لگے، مزہ آئے یا نہ آئے۔ اعمال سے نہ تو مزہ مقصود ہے اور نہ ہی کیفیت طاری ہونا مقصود ہے، یہ تو ثانوی چیزیں ہیں۔ جو آدمی سیکھنے والا ہو تو اس کو تو تکلیف ہو رہی ہوتی ہے۔ جیسے کوئی سائیکل چلانا سیکھ رہا ہو تو سخت مشقت میں ہوتا ہے، لیکن جب آدمی سیکھ لیتا ہے تو اس کو پھر خوب مزہ آ رہا ہوتا ہے اور اس کا دِل لگ رہا ہوتا ہے۔ اسی طرح دُکان پر بیٹھنے والے آدمی کی آمدنی ہو رہی ہوتی ہے، چاہے اسے مزہ آئے یا نہ آئے۔ تو اصل چیز فائدہ ہے جو کہ بصورت اُجر ہے۔ تو اعمال کرنے والے کو اُجر مل رہا ہوتا ہے اور اگر آدمی کا یہ خیال ہو کہ وہ ایک ہی دِن میں کامل ہو جائے اور اس کو محنت وغیرہ کچھ بھی نہ کرنا پڑے تو ایسا کسی کے ساتھ بھی نہیں ہوتا۔ آپ چلیں گے، خطا ہوگی، توبہ کریں گے، پھر خطا ہوگی۔ جس طرح کوئی سائیکل چلانا سیکھتا ہے تو کبھی دائیں گِرتا ہے تو کبھی بائیں گِرتا ہے لیکن پھر اُٹھ کھڑا ہوتا ہے اور کام شروع کر دیتا ہے۔ جب مقررہ مشق پوری ہو جاتی ہے تو پھر نہیں گِرتا۔ کبھی کبھی پھر بھی گِر سکتا ہے، مثلاً سڑک پر پھسلن تھی یا کسی ایسی جگہ پھنس گیا کہ آگے سے بھی آدمی آگیا اور دائیں بائیں سے بھی اور اتنے پریشانی کے حالات ہو گئے کہ گِر پڑا۔ لیکن عام طور پر نہیں گِرتا۔ اس لیے کہتے ہیں کہ کامل ہونے کے بعد بھی آدمی سے خطا ہو سکتی ہے، اجتہادی خطا کا ہونا تو بہت زیادہ ممکن ہے، اور غلط فہمی بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن ایسی خطا سے اللہ تعالیٰ کا تعلق نہیں ٹوٹتا کیونکہ جُوں ہی آگاہی ہو جائے تو ایسے آدمی کے فوراً توبہ کرنے کے حالات ہوتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف رُجوع کرنے سے اور رونے دھونے سے وہ پہلی خطا بھی معاف ہو جاتی ہے اور پہلے سے زیادہ تعلق مع اللہ حاصل ہو جاتا ہے

۔

جذبات کا طاری ھونا: فرمایا کہ اگر آدمی یہ چاہے کہ اس پر کوئی جذبات ہی طاری نہ ہوں تو یہ تو کاملین پر بھی طاری ہوتے ہیں، ہاں جو ماہرین ہوتے ہیں ان کو فاسد خیالات جلد زائل کرنے کی مشق ہوتی ہے۔ جُوں ہی خیال آیا تو اسے متبادل خیال سے ٹال دیا اور طبیعت کو دوسری طرف لگا دیا، اس طرح پہلا خیال زائل ہو جاتا

ہے۔لیکن اگر مشق نہ ہوتو آدمی اپنے خیال کے مزے میں چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اِرادہ بن جاتا ہے۔ لیکن اِرادہ پر بھی پکڑنہیں ہے جب تک کہ عمل سرزد نہ ہوجائے یا آدمی عمل کرنے کی کوشش نہ کرلے۔تو وسوسہ کو شروع سے ہی ٹال دینا چاہیئے، کیونکہ بُرے خیال میں مبتلا ہونے سے آدمی کو گناہ تو نہیں ہوتا لیکن قلب کو نقصان ضرور ہوتا ہے۔اور پھر اِرادہ کے پختہ ہونے سے گناہ میں مبتلا ہونے کا بھی اندیشہ ہوتا ہے۔تو یہ اثرات زور سے نہیں آتے بلکہ ہم خود ان کے اسباب کو اختیار کرتے ہیں۔ان اثرات سے بچنے کے لیے ذِکر کا اہتمام ضروری ہے۔اگر ذِکر صرف آدمی کی زبان پر ہی ہو اور دِل میں بالکل دھیان نہ ہو تو یہ ذِکر بھی آدمی کے جذبات کو دُرست رکھنے کے لیے کافی مددگار ہوتا ہے۔

خطاء اور نسیان: فرمایا کہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ بعض خطاء اور نسیان تو اختیاری نہیں ہوتے لیکن ان کے اسباب اور مقدمات اختیاری ہوتے ہیں۔مثلاً اگر کوئی آدمی صبح کے وقت سویا رہ گیا اور نماز قضا ہوگئی تو یہ بات غیر اختیاری ہے لیکن صبح جاگنے کا سبب جو اسے اُٹھنے میں مدد دیتا وہ اختیاری ہے، اب اگر آدمی دُنیا کمانے میں اتنا تھکا کہ صبح اٹھنے کا ہی نہ رہا، یا اتنی مصروفیات اپنے ذمے لگائی ہوئی ہوں کہ باطن میں سکون ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اس کے اندر ذِکر جمے تو اب اتنی زیادہ مشغولیتوں کو اپنے ذمے سے ہٹانا تا کہ باطن میں سکون پیدا ہو یہ بات آدمی کے اختیار میں ہے۔اسی طرح خراب ماحول میں جانا، خراب دوست بنانا وغیرہ آدمی کے اختیار میں ہے۔اگر کوئی خراب مجلس میں جائے تو کوئی روک نہیں سکتا، اور اگر نہ جائے تو کوئی کھینچ کر لے جا نہیں سکتا۔لیکن اس کے بعد آدمی کے باطن میں اثرات نہ آئیں اور باطن میں بے سکونی اور پریشانی پیدا نہ ہو، تو یہ نہیں ہوسکتا۔یا آدمی نے خود ایسا لٹریچر پڑھا اور ایسی تصاویر کو دیکھا تو اس کے اثرات ضرور آئیں گے۔

بے پردگی: فرمایا کہ جنوبی افریقہ میں بے پردگی بہت ہے وہاں کے دُکاندار وتاجر حضرات نے پوچھا کہ ہم کیا کریں! دُکان نہ چلائیں تو کھائیں کیا! اور دُکان چلائیں تو نیم برہنہ عورتیں آتی ہیں۔میں نے اُن سے کہا کہ یہ تو بہت آسان بات ہے، سودا بیچتے وقت بات کرنے کی ضرورت ہے دیکھنے کی تو ضرورت نہیں، تو نگاہ کو جھکائے ہوئے اس سے بات کریں۔ یہ بات تو آپ کے اختیار میں ہے۔مزے اور چسکے سے تھوڑا صبر کرنا ہے۔جب کسی آدمی کو کوئی ڈاکٹر یہ کہہ دے کہ فلاں چیز کھانے میں تمہارا نقصان ہے تو آدمی اس چیز کو باوجود

چاہت کے ترک کر دیتا ہے۔ یہ تو دُنیا کا ایک عارضی نقصان ہے جس کے لیے آدمی اتنا مجاہدہ کرتا ہے تو جہاں آخرت کا دائمی نقصان ہو اس کو آدمی ذہن میں لا کر نہ چھوڑے تو کتنے خسارے کی بات ہے!

عظیم دولتیں: فرمایا کہ سبحان اللہ ہمارے پاس دُعاء ہے، ذِکر ہے، صلوٰۃِ حاجت ہے، تلاوت ہے، اللہ کے پیارے نام ہیں، آیت الکرسی ہے، اتنی بڑی دولتیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں۔

ایک بار پروفیسر عالمگیر صاحب گاؤں گیا تو آیت الکرسی پڑھ کر سارے گھر کا حصار بنا گیا۔ گاؤں سے واپس آیا تو گھر کا تالا ٹوٹا ہوا تھا اور دروازہ کھلا تھا، لیکن ایک تنکا بھی کوئی نہیں لے جا سکا۔ اب ڈاکٹر حضرات یہ کہہ رہے ہوتے ہیں کہ وظیفہ تو ایک نفسیاتی حربہ ہے جو مریض کی توجہ کو دوسری طرف مصروف کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ ذِکر کی جو برکت اور رحمت ہے جس کی وجہ سے بگڑا کام بنتا ہے اس برکت کی طرف ان ڈاکٹر صاحبان کا دھیان ہی نہیں جاتا۔ عقیدے کے لحاظ سے یہ بہت ہی گھٹیا سوچ ہے۔ آدمی کو یہ یقین ہونا چاہئے کہ اللہ کا نام لینے سے رحمت نازل ہوتی ہے اور اس کی برکت سے کام بنتا ہے۔ ایک صحابیؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اُنھوں نے تنگدستی کی شکایت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنھیں ایک دُعاء پڑھنے کو فرمایا۔ کچھ دِنوں کے بعد پھر آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فراخی کر دی ہے۔ اسی طرح ایک صحابیؓ کفار کی قید میں آ گئے، ان کو کفار نے باندھ رکھا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں پیغام بھیجا کہ "لقد جاء کم رسول الخ" پڑھیں۔ وہ پڑھتے رہے یہاں تک کہ ایک دن تسمے خود ہی کھل گئے، اور قید سے چھوٹ کر آ گئے۔

معاشرے میں قباحتیں: فرمایا کہ ایک NGO والوں نے اپنے ایک سیمینار میں مجھے بلایا، وہاں ہر دانشور یہ بحث کر رہا تھا کہ لوگ نشہ آور ادویات کیوں استعمال کرتے ہیں، معاشرے میں سکون نہیں ہے۔ جو پاکستانی NGO's کو چلانے والے تھے یک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اعداد و شمار پیش کر رہے تھے اور بیان دے رہے تھے کہ معاشرے میں یہ یہ قباحتیں ہیں۔ ہم تو اپنی جان اور وقت کو قربان کرنے کے لیے تیار ہیں، ہم کو پیسہ دو۔ تو اب یہ جو بے غیرت ہے کہ گوشت کی جگہ دال کھانے کو تیار نہیں ہے، اور اگر دال نہیں مل رہی تو سوکھی روٹی کھانے کو تیار نہیں ہے۔ اور بے غیرت کافر کے سامنے بھیک مانگنے کے لیے

ہاتھ پھیلا رہا ہے اس کا کیا کیا جائے۔بیچ میں ایک میں تھا اور ایک شعبہ نفسیات کی پروفیسر صاحبہ تھی جو Unpaid تھے۔وہ تھی تو عورت لیکن بہت بہادر تھی،اس نے کہا کہ یہ آپ لوگ کیا کہہ رہے ہیں! آپ لوگ جو پاکستان کی تصویر پیش کررہے ہیں ایسا قطعاً نہیں ہے۔تو وہاں جو غیر مسلم تھے اُنہوں نے کہا کہ جو بات تم کہہ رہی ہو اس کا ثبوت پیش کرو اور اعداد وشمار پیش کرو۔واقعی تحقیقی جگہ پر بات ثبوت سے کہنی ہوتی ہے۔وہ اعداد شمار نہ پیش کرسکی اس کی بات ہی رد کردی گئی۔خیر جب میری باری آئی تو میں نے ان سے کہا کہ میں ہر ہفتے کوئی ڈیڑھ ہزار آدمیوں سے ملتا ہوں (جمعہ کا اجتماع،مجالس ذِکر، کالج کی کلاسیں، کالج اور گھر میں ملنے کے لئے آنے والے حضرات وغیرہ) میرے پاس تو ان میں سے کوئی ایک بھی نہیں آتا جس کو یہ مسائل درپیش ہوں جن کو آپ لوگ کہہ رہے ہیں۔میری بات کو وہ رد نہ کرسکے۔انچارج انگریز عورت نے کہا کہ "May be your religeous society is not having these short comings" یعنی ہوسکتا ہے کہ تمہارا جو مذہبی معاشرہ ہے اس میں یہ قباحتیں نہ ہوں۔ خیر وہاں کچھ چالیس سال سے اُوپر کے سنجیدہ پاکستانی مرد جو تھے ان سے میں نے کہا کہ بھائی معاشرے میں بے اطمینانی اور ہیجان کیسے پیدا نہیں ہوگا! جبکہ ٹیلی وژن گندگی کو پھیلا رہا ہے، اخبار میں تصاویر ہیں اور جگہ جگہ فحاشی پھیلانے کے لیے ویڈیو کی دُکانیں کھلی ہیں۔اگر تم واقعی انسانیت کے ہمدرد ہو تو ان قباحتوں کو روکنے کی کوشش کرو۔تا کہ یہ قباحتیں درمیان میں سے ہٹیں اور سکون پیدا ہو،اور یہ لوگ جو منشیات کے عادی ہوتے ہیں اور ڈاکے ڈالتے ہیں۔ان کی اصلاح ہو۔تو ان میں جو ایک سنجیدہ آدمی تھا اس نے کہا کہ اگر آپ نے یہ باتیں ان سے کہیں تو یہ کہیں گے کہ یہ قدامت پسند (Conservative) آدمی ہے۔

آگ بھی جلاتے جاؤ اور پانی بھی ڈالتے جاؤ: فرمایا کہ جنوبی افریقہ میں ایڈز پر کانفرنس ہوئی۔ایڈز وہ بیماری ہے جو یورپ، امریکہ میں بدکاری کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔اب ہر ایک نے اپنی رائے پیش کی۔آخر میں ہمارے ایک ڈاکٹر صاحب نے جو سلسلے میں بیعت بھی ہیں کہا کہ اس مسئلے کا تو بڑا آسان حل ہے۔کیا آپ کی کتاب انجیل میں نہیں لکھا ہوا کہ شادی سے پہلے جنسی تعلقات رکھنا گناہ ہے؟ تو وہ سب خاموش ہوگئے کسی نے کوئی جواب نہیں دیا، نہ ہاں نہ ناں۔تو مسائل کا جہاں حل ہے اس کو تو یہ لینا نہیں چاہتے۔یہ تو ایسے ہے کہ آگ بھی جلاتے جاؤ اور پانی بھی ڈالتے جاؤ، ان اسباب کو ہم خود اختیار کرتے ہیں

اور پھر ان کے نتیجے میں جو گندگی آتی ہے اس سے جان نہیں چھڑا سکتے۔ بعد میں چائے کے وقفے کے دوران ہمارے ڈاکٹر صاحب نے دوبارہ اپنا سوال دہرایا تو وہاں کے ماہرین نے جواب دیا کہ بات تو ٹھیک ہے لیکن اس پر عمل کون کرے گا۔

فاسد جذبات اور خیالات کا شخصیت پر اثر: فرمایا کہ ہمارے ایک ڈاکٹر صاحب نے لکھا کہ پشاور میں جذبات دُرست تھے، یہاں کراچی میں آ کر جذبات بدل گئے۔ تو میں نے ان سے کہا کہ شادی شدہ اور بڑی عمر کے جو لوگ ہیں جن کے جذبات ٹھنڈے ہوں ان کے پاس بیٹھا کرو۔ جب آپ ایسے لوگوں کے پاس بیٹھتے ہیں جن پر فاسد جذبات طاری ہیں تو آپ پر بھی طاری ہو جاتے ہیں۔ انسانوں کی مثال دو بیٹریوں کی طرح ہے۔ جس بیٹری میں کرنٹ زیادہ ہوتا ہے اس سے چھوٹی بیٹری کی طرف بہنا شروع ہو جاتا ہے۔ جس بیٹری میں زیادہ voltage ہے اس کی زیادہ بجلی ہے، اور کم بجلی والی بیٹری اس کے تعلق میں آ گئی تو کرنٹ اس میں چلا جائے گا۔ اب آدمی اس کو روک ہی نہیں سکتا اور شخصیت تباہ ہو جاتی ہے۔ بڑے قابل طلباء کو میں نے یہاں اس گندگی کے ہاتھوں تباہ ہوتے اور خودکشی کے قریب تک پہنچتے دیکھا ہے۔

نفس کو سدھانا: فرمایا کہ نفس کو اعمال میں لگا کر پابند کرنا ہوتا ہے۔ کچھ عرصہ گھوڑے کو کھینچنا پڑتا ہے، اس کی باگوں کو اور لگاموں کو۔ جو تربیت دینے والا ہوتا ہے وہ پانچ ہزار کا ٹٹو خریدتا ہے، چھ مہینے اس کی تربیت کرتا ہے اور پھر اسے پچاس ہزار میں فروخت کرتا ہے۔ اسی طرح نفس کو بھی سدھایا جاتا ہے، اگر سدھایا جائے تو سدھ جاتا ہے۔ کوئی سدھانے کی کوشش تو کرے، طریقہ تو معلوم کرے۔ بے راہ روی اور معصیت کی جو زندگی ہوتی ہے وہ آخرت کو تو تباہ کرتی ہی ہے دنیا بھی برباد کر دیتی ہے۔ نفس تو بس یہ کہتا ہے کہ میرا وقتی مزہ پورا کرو، اس کے بعد تم مرتے ہو یا تباہ ہوتے ہو اس کی کوئی پرواہ نہیں۔

ناشکری اور اعتراض: فرمایا کہ میرے پاس ایک ڈاکٹر صاحب آیا اور کہنے لگا کہ لوگ شراب پیتے ہیں، گندگیاں کرتے ہیں اور ان کو کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اور ہم کچھ بھی نہیں کرتے، نمازیں بھی پڑھتے ہیں پھر بھی ہمارا کام نہیں ہوتا۔ اب میں نے کہا کہ میں اس کو کیسے سمجھاؤں کہ تو ایک لڑکی کے پیچھے پڑا ہوا ہے اس نے ایسی بے برکتی پیدا کی ہے کہ جہاں بھی تو جاتا ہے تمہارا کام نہیں ہوتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ تجھ میں ناشکری ہے، اعتراض ہے۔ ناشکری اور حق تعالیٰ شانہٗ پر اعتراض سے تو آدمی اس سے بھی بدتر ہو جاتا ہے جو ظاہری

معصیت میں پڑا ہے۔ حضرت مولانا زکریاؒ نے معصیت کی دو قسمیں لکھی ہیں معصیت شہوانی اور معصیت عقلی۔ بدکاری وغیرہ یہ معصیت شہوانی ہیں اور یہ کم گناہ ہیں بمقابلہ معصیت عقلی کے۔ کبر عقلی گناہ ہے، ناشکری عقلی گناہ ہے، اللہ و رسول پر اعتراض عقلی گناہ ہے۔ اب تجھے میں کیا سمجھاؤں کہ جس کے اندر ناشکری اور اعتراض ہوتا ہے اس کی زندگی ڈانواں ڈول رہتی ہے۔

صُحبت کی دُرستگی: فرمایا کہ اپنی صحبت کو دُرست کرنے کے لئے صرف بیٹھنا اٹھنا ہی نہیں ہے، بلکہ تو جس چیز کو دیکھ رہا ہے، سن رہا ہے، جس کو بول رہا ہے، تیرے پاس کونسی کتاب ہے یہ ساری چیزیں مل کر صحبت بنتی ہیں۔ یہاں تک کہ کاملین میں بھی اگر نورانیت کا مکمل خاتمہ نہ ہو تو کمی ضرور آتی ہے۔ غلط مجلس میں جانے سے باطن میں ضعف ضرور آتا ہے۔ یہ ہسپتال والے ڈاکٹر حضرات جب مجھے رمضان میں بلاتے ہیں تو میں اپنے ساتھ دس بارہ آدمیوں کو ساتھ لے کر جاتا ہوں، تاکہ ہمارے ذاکرین پاس بیٹھے ہوں اور ہمیں قوت محسوس ہو، اور معصیت کے اثرات نہ آئیں۔ ورنہ آدمی پر اثرات آتے ہیں۔ کیونکہ ذِکر اذکار سے قوت پیدا ہوتی ہے اور اعمال صالحہ کی قوت بڑھتی ہے۔

ہیپاٹائٹس بی اور سی کی ویکسین: فرمایا کہ آجکل طرح طرح کی بیماریاں سامنے آرہی ہیں، جو اس حدیث شریف کا مصداق ہیں کہ جب فحاشی اور بدکاری عام ہو جائے گی تو ایسی ایسی بیماریاں سامنے آئیں گی کہ لوگوں کے باپ دادا نے نہ سنی ہوں گی۔ آجکل ہیپاٹائٹس بی اور سی کا بہت چرچا ہے اور اس کی وجہ سے لوگوں کے ذہنوں پر خوف و ہراس چھا رہا ہے۔ ہر بیماری کے علاج کے لیے اسباب کا اختیار کرنا تو اچھی بات ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے روحانی اعمال میں مادی مسائل کا حل رکھا ہے۔ فقراء کا ایک مجرب نسخہ ہے اگر اس کو استعمال کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے ان بیماریوں سے حفاظت کی اُمید ہے۔ وہ یہ ہے کہ ظہر، مغرب اور عشاء کی دو سنتوں کے بعد دو نفل پڑھے جائیں اور دونوں رکعتوں کے دو سجدوں کے درمیان مندرجہ ذیل دعا پڑھی جائے

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَھْدِنِیْ وَرْزُقْنِیْ وَعَافِنِیْ وَجْبُرْنِیْ

ترجمہ: یا اللہ میری مغفرت فرما، مجھ پر رحم فرما، مجھے ہدایت دے، مجھے روزی دے، مجھے عافیت دے اور میری ٹوٹ پھوٹ کو جوڑ دے۔

فیل ہونے والا طالب علم کیسے بچوں کی دماغی امراض کا سرجن بنا

(ڈاکٹر لطیف الرحمن صاحب)

یہ 1961 کا زمانہ تھا اور میں پانچویں جماعت میں تھا۔ ایک تو میرے نمبر تھوڑے تھے اور اوپر سے مجھے کچھ خاص علم بھی نہ تھا کہ میں اپنی کارکردگی دکھا سکوں ۔ میرے والد کو وفات ہوئے عرصہ گزر چکا تھا میرا بڑا بھائی کرٹس اور میں اپنی والدہ کے ساتھ ایک اندھیرے سے گھر میں، جس میں ایک سے زیادہ خاندان رہ رہے تھے، رہتے تھے۔ ہمارا گھر خاصہ تنگ تھا لیکن اسکو صاف رکھا جاتا تھا اور کھانے کی میز پر ہر وقت کچھ نہ کچھ کھانے کے لئے پڑا ہوتا تھا۔ ہمیں اپنی والدہ کی مصیبتوں کا جو انہیں ہماری لئے اٹھانی پڑتی تھی کچھ دھندلا سا اندازہ تھا۔

اصل میں ہماری دنیا کچھ یوں تھی کہ سکول جانا، پھر فٹ بال یا باسکٹ بال کھیلنا پھر پڑوسیوں کے گھر میں سیب کے درخت پر حملہ کرنا یا چوہوں کا شکار۔ اسکے بعد گھر آ کر ٹی وی دیکھنا۔ ہمیں ٹی وی دیکھنے کیلئے کسی گائیڈ کی ضرورت نہیں تھی۔ ہمیں پتہ ہوتا تھا کہ کسی چینل پر کونسا پروگرام آنا ہوتا تھا۔ ہماری زندگی کی پسِ پردہ آوازیں جو ہمارے کانوں میں گونجتی تھی ۔ وہ ٹی وی پروگراموں یا ٹی وی کمرشلز کی ہوا کرتی تھیں ۔ ہم اپنی والدہ کی چارپائی پر ٹانگیں پھیلا کر گھنٹوں ٹی وی دیکھا کرتے تھے۔ لیکن ایک دن ہماری والدہ نے ہمیشہ کیلئے ہماری زندگی بدل دی، انہوں نے ٹی وی بند کر دیا اور اس کی وجہ ہمارا سکول میں فیل ہونا تھا۔ ہماری والدہ سونیا کارسن، صرف تین جماعتیں پڑھی ہوئی تھی۔ لیکن اس وقت جتنا علم ہمیں تھا وہ اس سے کہیں زیادہ جانتی تھی۔ انہوں نے یہ علم ان گھروں سے سیکھا تھا جہاں وہ صفائی کیا کرتی تھیں۔ ایک دن وہ آئیں ہمارا ٹی وی چھینا اور وضاحت کی کہ میرے بیٹے کچھ بن کر دکھائیں۔

تم لڑکے ہر ہفتے دو کتابیں پڑھو گے "انہوں نے کہا" اور آخر میں مجھے رپورٹ دو گے کہ تم نے کیا پڑھا" ہم نے ان کے اس رویے پر ماتم کیا اور کہا کہ یہ نا انصافی ہے کہ باقی بچے ٹی وی دیکھتے تھے جب اس طرح کام نہ چلا تو ہم نے سوچا کہ وہ کچھ ہی دنوں میں یہ سب کچھ بھول جائیں گی۔ ہمارے پاس گھر میں بائبل کے علاوہ کوئی کتاب نہ تھی۔ لیکن انہوں نے کہا کہ وہ ہمیں لائبریری لے کر جائیں گی۔ جلد ہی یہ دو شریر بچے ان کی پرانی گاڑی میں بیٹھ کر وہاں کی مقامی لائبریری جانا شروع ہو گئے۔ میں نے نہ چاہتے ہوئے بچوں کی کچھ کتابیں دیکھنا

شروع کی۔ مجھے جانوروں سے پیار تھا اور جب میں نے کچھ جانوروں کی کتابیں دیکھیں تو ان کے صفحات دیکھنا شروع کر دئے۔ میں نے پہلی کتاب ایک سمندری جانور کے بارے میں پڑھی کہ وہ کیسے اپنے رہنے کی جگہ بناتے ہیں۔ پہلی دفعہ میں اپنی زندگی میں ایک تخلیقی خوشنما دور سے گزر رہا تھا جو مجھے پہلے کبھی کسی ٹی وی پروگرام سے نہیں ملا تھا۔ یہ میرے اوپر مسلط تو نہ ہوا مگر ٹی وی دیکھنے سے یہ تجربہ قدرے بہتر رہا۔ میری آنکھوں میں ٹی وی دیکھنے سے جو نقشے بنتے تھے اس کی بجائے میرے دماغ میں شبیہیں بننے لگیں۔ جلد ہی میں اس لائبریری میں جانے لگا اور جانوروں کے بارے میں کافی علم حاصل کر لیا۔ میں نے کچھ دریافت کیا جو بہت خاص تھا۔ نہ صرف مجھے مطالعہ کرنا اچھا لگا بلکہ میں ٹی وی کی دنیا سے قدرے تیز سب کچھ سیکھنے لگا۔ میں نے جانوروں سے پودوں کا رخ کیا۔ جب میں نے پودوں کے بارے میں خاصا علم حاصل کر لیا۔ تو میں نے پتھروں کے علم والی کتابوں کا رخ کیا۔ میں ریلوے لائن کے قریب گھومتا، پتھر اکھٹے کرتا اور اسکو کتاب سے ملا کر جاننے کی کوشش کرتا۔ کتاب کے شروع اور آخری صفحوں کے درمیان پوری دنیا بسی ہوئی تھی۔

میرا اب جی چاہتا کہیں بھی چلا جاتا۔ پھر ایک مزے کی بات ہوئی میں کافی کچھ سیکھنے لگا اور یہ بات میرے استادوں نے بھی نوٹ کرنا شروع کی۔ بات یہاں تک پہنچی کہ ہم گھر جانے اور کتابیں پڑھنے کا انتظار نہیں کرتے تھے، ہم نے اپنا ہی ایک راستہ ڈھونڈ لیا تھا اور وہاں سے ہو کر ہم لائبریری پہنچ جاتے۔ ٹی وی دیکھنے پر جو پابندی لگی تھی اس میں بھی کچھ کمی ہوئی ہماری والدہ نے ہمیں کچھ گھنٹے ٹی وی دیکھنے کی اجازت دے دی لیکن ٹی وی کی دنیا ہمارے لئے کچھ معنی نہیں رکھتی تھی۔ کچھ سال پہلے ہمیں پتہ چلا کہ ہماری والدہ کچھ خاص نہیں پڑھی ہوئی لیکن کچھ ہی عرصے میں انہوں نے جنرل ایجوکشن میں ڈپلومہ بھی حاصل کر لیا۔

اب کرٹس انجینئر ہے اور میں ایک بچوں کے ادارے میں بچوں کی نیورو سرجری کا چیف ہوں۔ کبھی کبھار اب بھی مجھے اپنے سفر پر یقین نہیں آتا کہ میں پانچویں جماعت تک فیل ہونے والا بچہ یونیورسٹی آف ئیل (Yale) اور یونیورسٹی آف مشیگن میڈیکل سکول میں سکالرشپ حاصل کر کے پڑھا اور اب اس مقام پر فائز ہوں۔ لیکن مجھے پتہ ہے کہ اس سفر کا آغاز کیسے ہوا۔ جب میری والدہ نے ہم سے ٹی وی سیٹ چھینا اور ہمیں لائبریری کی راہ دکھائی۔

Doctor Corson

(Chief Paediatric Neurosurgeon)

اکابر علمائے دیوبند کی تواضع (قسط۔۲۷)

(مفتی فدا محمد صاحب، دار العلوم جامعہ رحمانیہ مینئی، صوابی)

تواضع حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب نور اللہ مرقدہ: (پیدائش ۱۸۷۸ء وفات ۱۹۶۲ء)

حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب نور اللہ مرقدہ کے دیکھنے والے تو ابھی تک ہزاروں ہیں تواضع میں اپنے شیخ قدس سرہ کا نمونہ تھے اس غایت تواضع ہی کا ثمرہ تھا کہ ابتداء بیعت میں باوجود اعلیٰ حضرت رائے پوری کے مشورہ کہ گنگوہ میں حضرت قطب عالم سے بیعت ہوں حضرت رائے پوریؒ نے یہ فیصلہ کیا کہ میں اتنی اونچی دربار کے قابل نہیں اس کی تفصیل سوانح حضرت رائے پوری مؤلفہ علی میاںؒ میں ذکر کی گئی ہیں جس میں اعلیٰ حضرت رائے پوری قدس سرہ کے مشورے پر جو جواب حضرت رائے پوری نے دیا وہ یہ تھا کہ مجھے معلوم ہے کہ آپ کو جو کچھ ملا حضرت گنگوہی سے ملا مگر رجحان آپ کی طرف ہے، میری طرف سے اگر مہمانداری کی فکر ہے تو میرے حقوق حضرت کے ذمے نہیں ہیں میں اپنے قیام وطعام کا خود ذمہ دار ہوں حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ خط دیکھ کر بہت خوش ہوئے لوگوں کو یہ خط دِکھایا اور فرمایا دیکھو یہ ہے طالب۔ (سوانح رائے پوری، مولانا ابوالحسن علی ندوی، ۵۹)

مجاہدات کے بیان میں حضرت رائپوری نور اللہ مرقدہ کے بہت سے حالات گزر چکے، کچی پکی جلی ہوئی روٹی جو ملتی اسکو نہایت ہی صبر وشکر کے ساتھ نوش فرماتے، وہاں کے قیام میں پتے بھی چبائے اور کبھی مہتمم باروچی خانہ کو بھی ایک دفعہ کے سوا اس وجہ سے نہیں ٹوکا کہ اگر اس نے حضرت سے شکایت کردی اور حضرت نے جواب میں فرمایا کہ میاں اچھا کھانا ہے تو کہیں اور جاؤ، تو کیا ہوگا؟

حضرت کے واقعات بہت کثرت سے آپ بیتی میں مختلف جگہ لکھوا چکا ہوں یہاں سب کا اعادہ کرنا تو بہت مشکل ہے یہ واقعہ بھی لکھوا چکا ہوں کہ حضرت رائے پوری ایک دفعہ تھانہ بھون حاضر ہوئے تو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں تو رائے پور حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں آپ مجھے یاد نہیں، فرمایا حضرت! میں آپ کو کیا یاد رہ سکتا میری وہاں کوئی حیثیت اور امتیاز نہیں تھا شاید آپ کو یاد ہو کہ حضرت کی خدمت میں ایک خادم بار بار آتا تھا، بدن پر ایک کمری ہوتی تھی اور

تہبند باندھے ہوئے۔فرمایا کچھ یاد تو آتا ہے،فرمایا میں وہی ہوں۔(سوانح قادری،۶۹)

حضرت اپنی انتہائی تواضع کی ہی وجہ سے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی نگاہوں میں بڑھتے چلے گئے اور ساری خصوصی خدمات اعلیٰ حضرت کی حضرت رائے پوری کی طرف منتقل ہوتی چلی گئی، یہ واقعہ تو پہلے گزر چکا کہ اعلیٰ حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہ نے اپنے کپڑے بھی حضرت رائے پوری ثانی کو ہبہ کر دیئے تھے کہ اپنے مِلک میں کچھ نہ رہے لیکن غایت تواضع سے حضرت اپنے شیخ کے کپڑوں کو استعمال نہیں کرتے تھے اور چونکہ اقامت بھی حضرت ہی کے سپرد تھی اس کا ایک قصہ خود بیان فرمایا کہ میں ایک دفعہ نہر پر کپڑا دھونے گیا ایک ہی جوڑا کپڑوں کا تھا اس کو دھو،سکھا کر پہن لیتا۔اس دن سوکھنے میں ذرا دیر ہوئی جمعہ کا وقت ہو گیا، جمعہ میں ہی پڑھایا کرتا تھا حضرت میرے انتظار میں تھے جب حاضر ہوا فرمایا مولانا کہاں رہ گئے تھے؟ میں نے سکوت کیا دوبارہ پھر دریافت فرمایا میں نے سکوت کیا بار بار اصرار سے پھر دریافت فرمایا تو عرض کیا حضرت کپڑے نہیں سوکھے تھے اس لیے حاضری میں دیر ہوگئی، حضرت نے غصہ میں فرمایا آپ کے پاس میرے کپڑے موجود نہیں ہیں؟ انکو کیوں نہیں استعمال کرتے کیا ان کو آگ لگانا ہے مجھے اس سے تکلیف ہوتی ہے اس کے باوجود کبھی حضرت کے کپڑے پہننے کی جرأت نہ ہوئی۔ (سوانح قادری،۷۱)

اعلیٰ حضرت رائے پوری نے قولاً فعلاً اشارۃً حضرت رائے پوری ثانی کو جانشین بنا رکھا تھا لیکن اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد کئی سال تک حضرت رائے پوری ثانی نے رائے پور کا قیام اختیار نہیں فرمایا، زیادہ پنجاب کے اسفار اور مکان پر رہتے اور جب رائپور کی زیارت کا اشتیاق غالب ہوتا تو جناب شاہ زاہد حسین صاحب مرحوم کے مکان پر چند روز قیام کرتے اور شاہ صاحب کی گاڑی میں اور کبھی پیدل روزانہ جاتے اور واپس آتے کہ کسی کو یہ واہمہ نہ ہو کہ مولانا اپنے کو گدی نشین سمجھتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اپنے وصال کے قریب چودھری صدیق صاحب کو ان کی زمین میں جو خانقاہ کے متصل تھی ایک مکان بنا دینے کو فرمایا تھا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے وصال کے بعد جب

چودھری صاحب نے حسبِ وصیت مکان بنانے کا ارادہ کیا تو مولانا نے فرمایا کہ میرے لیے مکان کی ضرورت نہیں میرے لیے تو صرف ایک چھپر ڈال دیجیے، مگر چودھری صاحب کو اعلیٰ حضرت کی وصیت تھی اس لیے مولانا کے ایک سفر کو غنیمت سمجھ کر ایک پختہ دالان بنادیا ایک سہ دری اس کے اندر ایک کوٹھا اور دونوں جانب ایک ایک حجرہ تعمیر کرادیا جواب تک حضرت رائے پوری ثانی کی خانقاہ کے نام سے مشہور ہے۔ ۴۵ھ کی سفر حج میں جب کہ اعلیٰ حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کا قیام بھی مدینہ منورہ میں تھا حضرت رائے پوری قدس سرہ کا باوجود شیخ المشائخ ہونے کے حضرت سہارنپوریؒ کی خدمت میں دوزانو مؤدبانہ خادمانہ بیٹھنا تو مجھے بھی خوب یاد ہے ہم خدام سے اتنا ادب نہیں ہوتا جتنا حضرت رائے پوری کیا کرتے تھے جس کو دیکھ کر رشک آتا تھا اور حضرت رائے پوریؒ کو یہ قلق تھا کہ ان کے متعلقین حضرت سہارنپوریؒ کی خدمت میں اس وقت اہتمام سے کیوں نہیں حاضر ہوتے اس کو آپ بیتی میں کسی جگہ لکھوا چکا ہوں تلاش میں دقت ہے اور تفصیل میں واقعات مکرر ہوتے جاتے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنے حضرت کی تعریف اس لیے نہیں کرتا کہ اس میں بھی اپنی ہی تعریف ہے ورنہ ہمارے حضرت تصوف کے امام تھے اور تو کچھ نہیں عرض کرتا، البتہ اتنا جانتا ہوں کہ میں چودہ سال حضرت کی خدمت میں رہا اس طویل مدت میں کبھی ایک کلمہ بھی حضرت کی زبان مبارک سے ایسا نہیں سنا جس میں اپنی تعریف کی بو بھی آتی ہو۔ حب جاہ ایک ایسی چیز ہے جو سب سے آخر میں سالکین کے قلوب سے نکلتی ہے جب سالک صدیقین کے مقام تک پہنچتا ہے تب اس سے پیچھا چھوٹتا ہے۔ یہ بات تو میں نے اپنے حضرت میں خوب اچھی طرح سے دیکھی کہ حب جاہ کا وہاں سر کٹا ہوا تھا۔ (سوانح قادری، ۲۷۳)

علی میاںؒ سوانح قادری میں لکھتے ہیں کہ حضرت رائے پوریؒ نے اپنے مرشد و مربی حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی فنائیت و بے نفسی کے متعلق اپنا ذاتی مشاہدہ و تاثر جو کچھ بیان فرمایا حضرت کے یہاں رہنے والوں کا بعینہ یہی تأثر حضرت کی ذات کے متعلق ہے کبھی ایک کلمہ

بھی ایسا نہیں سنا جس میں اپنی تعریف کی بو بھی آتی ہو۔ حب جاہ کا یہاں سر کٹا ہوا تھا۔ اس خادم (علی میاں) کو ۱۳۲۹ھ آخری سفر حج میں ہم رکابی کا شرف حاصل ہوا اور تقریباً تین مہینے شب و روز ساتھ رہنا ہوا۔ بعض خدام نے ادارک والطاف الٰہی کے واقعات بھی سنائے، پورے سفر میں حضرت نے کوئی بات ایسی نہیں فرمائی جس سے حضرت کے علو مرتبت یا کسی کشف وادراک کا احساس ہو۔ حج کے علاوہ بھی کبھی کوئی ایسی بات قصداً نہیں فرمائی جس سے لوگوں کی عقیدت میں اضافہ یا آپ کی بزرگی کا احساس ہو۔

خدام نے جب سنا اپنی نفی، اپنا انکار، اپنی بے حسی اور غباوت کا اظہار سنا، مشیخیت کی باتیں یا متصوفانہ نکات یا سلوک و معرفت کی تحقیقات بیان کرنے کا حضرت کے یہاں دستور ہی نہ تھا، مسئلہ علماء سے پوچھتے، تصوف کی کوئی بات پوچھتا تو اگر حضرت شیخ الحدیث صاحب یا کوئی دوسرا صاحب علم اور صاحب نظر قریب ہوتا تو ان سے پوچھنے کا فرما دیتے اگر اصرار کیا جاتا اور بات ضروری ہوتی تو نہایت نپے تلے لفظ میں مغز کی بات فرما دیتے اور ایسی بات سے گریز کرتے جس سے آپ کی ژرف نگاہ باریک بینی کا اندازہ ہو۔ لیکن اہل حقیقت سمجھ جاتے کہ عوارض کو مطلب ہے گوہر سے نہ کہ صدف سے۔ کسی بھری مجلس میں خواہ اس میں کیسے ہی نئے نئے اور سر برآوردہ اشخاص کیوں نہ ہوں، اپنی لاعلمی اور اپنے عامی ہونے کا اظہار کرنے میں کوئی تامل نہ ہوتا خواہ اس کا اثر حاضرین مجلس اور خاص طور پر صاحب علم طبقہ پر جو کچھ پڑتا ہو۔ (آپ بیتی، ج ۶، ص ۲۶۸)

حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہ کی خصوصیت جو بہت ہی نمایاں تھی کہ معاصر اکابرین میں بھی جس کسی کا تذکرہ حضرت کے یہاں ہوتا تو ناواقف یا نووارد یوں سمجھتا کہ ایک مرید اپنے شیخ کا تذکرہ کر رہے ہیں اور ان بزرگوں میں کسی کے یہاں آپ کا ذکر خیر ہوتا تو معلوم ہوتا کہ کسی شیخ وقت کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ (سوانح رائپوری، ۳۰۴)

ایک مرتبہ کوئی شخص تھانہ بھون سے ناراض ہو کر آئے تھے اور حضرت کے سامنے بے ادبی کے

ساتھ وہاں کا تذکرہ کرتے تھے، آپ نے فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ میرے بھی شیخ ہیں اس پر وہ خاموش ہو گئے۔ (سوانح رائپوری، ۳۰۵)

حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کے ساتھ محبت وعقیدت واحترام واعتماد کا جو غیر معمولی معاملہ تھا و دنیا پر روشن ہے جس مجلس میں مولانا کا کوئی ناقد یا مخالف ہوتا وہاں اور زیادہ جوش کے ساتھ ان کے فضائل ومناقب بیان کرتے اور ان کے خلوص اور مقبولیت کا اعلان فرماتے۔ ایک مرتبہ بعض آنے والوں نے مولانا کے سیاسی مسلک اور انکے سیاسی انہماک پر کچھ اعتراض کیا تو فرمایا کہ اگر مجھ میں طاقت ہوتی تو میں ان کے سفروں میں خادم کی طرح ان کے ساتھ رہتا اور ان کی ادنیٰ ادنیٰ خدمتیں انجام دیتا۔ (سوانح رائپوری، ۳۰۶)

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ بانی جماعت تبلیغ کے حضرت بہت معتقد تھے کبھی حضرت دہلوی کے سوا اور طرح کا نام نہیں لیا اپنے خدام کو بہت تاکید واہتمام کے ساتھ حضرت کی خدمت میں بھیجتے رہتے تھے اور خود بھی بڑے اہتمام کیساتھ نظام الدین تشریف لے جاتے اور کئی کئی روز قیام کرتے۔ (سوانح رائپوری، ۳۰۸)

حضرت نور اللہ مرقدہ کا اپنے معاصرین بلکہ اپنے چھوٹوں کے ساتھ بھی تواضع وانکساری کا جو برتاؤ رہا ہے اس کا بیان حضرت رائے پوری کی سوانح مصنفہ علی میاں میں ملتا ہے ان سب کا یہاں نقل کرنا طول ہے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہ کے دور میں سیاست پر اتنا زور تھا اور حکیم الامت ہونے کا تقاضا تھا کہ مریدین مسترشدین کے اوپر تنبیہ اور امراض کی جراحت فرمادیں جس کی وجہ سے عوام نہیں بلکہ خواص بھی حضرت نور اللہ مرقدہ کی شان تواضع سے ناواقف رہے، لیکن میرے ان سب اکابر میں اوصاف حسنہ وجمیلہ جس قدر کوٹ کوٹ کر بھر گئے تھے بسا اوقات ان میں سے کسی کا ظہور نہیں ہوتا تھا یہ منظر اس ناکارہ کی نگاہیں بھی بیسیوں مرتبہ دیکھ چکی تھیں کہ معاصرین کے ساتھ نشست

وبرخسات اور گفتگو میں اس تواضع اور انکساری کا منظر ہوتا تھا کہ قابل دید اور قابل رشک تھا۔

چنانچہ حضرت نور اللہ مرقدہ نے اپنے طرز تربیت کے متعلق بارہا فرمایا کہ یہ طرز میری طبیعت کے بالکل خلاف ہے اور مجھے بعد کو بڑی کلفت اور ندامت بھی ہوتی ہے اور رہ رہ کر سوچا کرتا ہوں کہ بجائے اس طرح کہنے کے اس طرح بھی کہہ سکتا تھا بجائے یوں سمجھانے کے یوں بھی سمجھا سکتا تھا بجائے اس تجویز کے یہ تجویز بھی کرسکتا تھا لیکن عین وقت پر مصلحت کا ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ اور کوئی مصلحت پیش نظر رہتی ہی نہیں اور یہ جبھی تک ہے جب تک میں نے اپنے ذمہ اصلاح کی خدمت سمجھ رکھی ہے اور اگر کبھی اس سے قطع نظر کرلی تو پھر میں انشاءاللہ خوش اخلاق بھی بن کر دکھلادوں گا، میرا اصل مذاق تو یہی ہے کہ کسی سے کچھ تعرض ہی نہ کرو اور اپنے آپ کو سب سے یکسو رکھو، بقول احمد جام رحمۃ اللہ علیہ:

احمد تو عاشقیست بمشیخت ترا چہ کار　　دیوانہ باش سلسلہ شد شد نشد نشد

(اشراف السوانح، ج ۲، ص ۶۳)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ مجھ میں حدت ہے شدت نہیں بلکہ دوسروں کی جذبات کی تو میں اتنی رعایت رکھتا ہوں کہ دوسروں کی نظر بھی ان دقائق رعایت تک نہ پہنچتی ہوگی۔ بفضلہٖ تعالیٰ دور دور تک کے احتمالات اذیت پر فوراً میری نظر پہنچ جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان سے احتراز کی توفیق بھی عطا فرما دیتے ہیں اور اس لیے مجھے اور بھی غصہ آتا ہے کہ میں نے تو ان کی اتنی رعایت کروں اور یہ میرے ساتھ ایسی بےفکری برتیں۔

(اشراف السوانح، ج ۲، ص ۴۶)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مقولہ ہے کے میں اپنا بُرا بھلا کہنے والوں کو ہمیشہ معاف ہی کرتا رہتا ہوں۔　(اشراف السوانح، ج ۲، ص ۴۶)

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆☆☆

ایک خط

محترم جناب ڈاکٹر صاحب السلام علیکم!

کئی دنوں سے سوچ رہا تھا کہ آپ کو بذریعہ خط اپنی کیفیات سے سے مطلع کردوں۔ کیونکہ جیسا کہ آپ سے سنا ہے کہ راہ سلوک میں جو کیفیات ہوں تو شیخ کو ان سے مطلع کرنا ضروری ہے۔ اکثر دل میں یہ بات ہوتی ہے کہ ملاقات تو ہوتی رہتی ہے تو پھر خط لکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے محسوس کیا ہے کی ملاقات سے بعض اوقات مکمل تشفی نہیں ہوتی جس کی وجہ ذہن میں یہ آئی ہے کہ ایک ملاقات میں بالمشافہ حالات بیان کرنے میں بعض باتیں بھول جاتی ہیں اور بعض باتیں جو کہ بظاہر معمولی نظر آتی ہیں کچھ فطری جھجک کی وجہ سے بیان نہیں کرسکتا کہ یہ تو عام سی بات ہے حضرت کیا سوچیں گے، وغیرہ وغیرہ۔

میری اضطراری حالت سے تو آپ واقف ہی ہیں۔ ایک تو بے روزگاری کی وجہ سے مالی حالات کی خرابی اور دوسری مسلسل بیماری کی حالت اور تیسرا گھر والی کی بچوں کے تنگ کرنے اور حالت حمل کی وجہ سے بدمزاجی۔۔۔۔۔۔

اس کے علاوہ حساس طبیعت کے ساتھ شیطان کا دل میں طرح طرح کے وساوس ڈالنا، ان حالات میں قریبی رشتہ داروں کا منفی رویہ۔۔

کئی دنوں سے یہ خیال دل میں آرہا تھا کہ اکابر کے حالات کی کوئی کتاب شروع کرنی چاہیے۔ ایک دفعہ آپ سے بھی اس کا تذکرہ کیا تھا۔ پھر دل میں خیال آیا کہ ''آپ بیتی'' شروع کرنی چاہیے۔ چنانچہ نجیب الدین صاحب سے پرسوں کتاب لے کر پڑھنا شروع کی۔ جونہی کتاب شروع کی تو دل کی حالت تبدیل ہونا شروع ہوئی۔ دو واقعات تو ایسے تھے جن کے پڑھنے سے دل کا بند ٹوٹ پڑا اور کچھ عرصے سے جمع شدہ بوجھ سیلاب کے ریلے کی طرح آنکھوں سے بہہ پڑا۔ بطور یاددہانی یہ واقعات نقل کرتا ہوں۔

''حضرت نور اللہ مرقدہ (شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ) اپنے رائے پور کی حاضری کے ابتدائی دور کے قصے بھی بہت ہی لطف اور مزے لے لے کر سنایا کرتے تھے کیونکہ اپنے شیخ حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری قدس سرہٗ کے خادمِ خاص تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت شیخ قدس سرہ کو لٹانے کے

بعد جب دوپہر کو حضرت آرام فرماتے تو میں کواڑ بند کر کے مہمانوں کے کھانے پینے کی جگہ جاتا، معزالدین مرحوم جو بڑے حضرت کے مہمانوں کے کھانے کے منتظم تھے وہ سب مہمانوں کو کھانا کھلا کر مطبخ بند کر کے اپنے گھر چلے جاتے۔ میں وہاں جا کر دیکھتا کہ ایک آدھ روٹی بچی ہوئی ہو تو سالن کی دیگچیوں سے پونچھ کر کھالیتا اور کبھی کچھ بچا ہوا نہیں ہوتا تھا تو سوکھے ہوئے ٹکڑے طاق میں اگر رکھے مل جاتے تو ان کو پیالے میں ڈال کر پانی میں بھگو کر نمک ڈال کر اور اگر نمک نہ ملتا تو بغیر نمک کے ہی کھالیتا۔ کبھی پیٹ بھرتا اور کبھی نہ بھرتا۔۔"

"ایک مرتبہ سردی میں کوئی کپڑا سردی کا نہیں تھا کسی سے اظہار کو غیرت مانع تھی۔ اس کی انتہائی کوشش میں رہتا تھا کہ کسی کو خبر نہ ہو۔ جب تک مسجد کے کواڑ کھلے رہتے حمام کے سامنے سینکنے کے بہانے بیٹھا رہتا اور جب سب چلے جاتے تو مسجد کے اندر زنجیر لگا کر صف کے ایک کونے پر لیٹ کر کروٹیں بدلتا ہوا دوسرے کونے تک پہنچ جاتا۔ وہی صف اوڑھنا بچھونا بن جاتی۔ سر اور پیروں کی طرف سے خوب ہوا لگتی رہتی تھی۔ تہجد کے وقت اسی طرح کروٹیں بدلتا ہوا دوسری جانب آجاتا، صف بچھ جاتی۔ پھر ارشاد فرمایا وہ سردی تو گزر گئی لیکن اللہ کے فضل سے اس کے بعد سے کوئی سال ایسا نہیں گزرا کہ مالک کی طرف سے ایک دو عمدہ لحاف ہدیہ کے نہ آئے ہوں۔"

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نور اللہ مرقدہ کا قصہ تو مشہور عالم ہے کہ مکہ مکرمہ میں کئی دن فاقوں کے بعد ایسے مخلص دوست سے جن سے بڑے تعلقات تھے دو ہلل (ایک ریال میں سو ہلل ہوتے ہیں) قرض مانگے تھے اس نے عذر کر دیا۔ اس حضرت کو بہت ہی رنج و قلق ہوا کہ کیوں مانگے تھے۔ اس کے بعد حضرت قدس سرہ نے خواب میں دیکھا کہ ابتلا کا دور ختم ہو گیا اب فتوحات کا دور ہے۔ پھر جو فتوحات ہوئیں وہ سب کو معلوم ہیں۔ ہم لوگوں سے ذرا بھی تکلیف برداشت نہیں ہوتی۔"

اکابر کے ان حالات کو پڑھتے ہیں تو اپنا آپ یوں معلوم ہوتا ہے گویا پہاڑ کے سامنے چیونٹی۔ حالانکہ ہم پر اس طرح کا کوئی فاقہ نہیں آیا۔ صرف مستقبل کا خوف ہے کہ کرایہ وغیرہ کس طرح ادا ہوگا، لوگوں سے قرض لئے ہوئے ہیں کس طرح ادا ہوں گے، بچوں کی تعلیم اور مستقبل میں ان کے دیگر

اخراجات کا کیا ہوگا؟ شروع کے دن تو بہت ٹینشن میں گزرے لیکن ب اللہ تعالیٰ کے فضل سے ٹھہراؤ آگیا ہے۔ خاص کر مسلسل دو ہفتے کی بیماری نے اگرچہ پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں گویا بھاگ دوڑ کی جو قوت تھی وہ بھی منقطع ہوگئی لیکن اس سے قلب میں انتہائی رقت پیدا ہوگئی ہے اور اس طرح کی نورانیت محسوس کرتا ہوں جو کہ دس دن اعتکاف کے بعد پیدا ہوتی ہے۔ اللہ کی طرف مکمل رجوع بھی تمام اسباب ٹوٹ جانے کے بعد ہوتا ہے۔ ان تمام حالات میں اللہ کی یہی حکمت نظر آتی ہے۔

آپ سے دعاؤں کی درخواست ہے کہ اللہ اس ابتلا سے نجات دے کیونکہ بندہ اپنے آپ کو کسی آزمائش کے قابل نہیں سمجھتا۔ ان معاملات میں آپ کی رائے کا منتظر رہوں گا۔

ایک مرید

جواب:

دل خوش ہوا، اللہ برکت دے اور تنگی کو فراخی میں، بیماری کو صحت میں بدلے۔ آمین

محتاجِ دعا،

ڈاکٹر فدا محمد

تھوڑے دنوں کے بعد ہی اللہ تعالیٰ نے ان صاحب کی مشکلات کو آسان کردیا۔ وَ لِلّٰہِ الْحمد.

☆☆☆☆☆☆☆

(صفحہ ۳۲ سے آگے) انہوں نے کہا انہوں نے پانی پر قرآن مجید کی آیات پڑھوائیں تو اسس میں عجیب قسم کا تغیر واقع ہوا۔ انہوں نے کہا کہ پانی میں اللہ تعالیٰ نے عجیب قسم کی صلاحیتیں رکھی ہیں۔ پانی میں قوتِ سماعت (سننے کی قوت)، احساس، یاداشت اور ماحول سے متاثر ہونے کی صلاحیت ہے۔ اگر پانی پر قرآن مجید کی آیات کی تلاوت کی جائے تو اس میں مختلف امراض سے علاج کی صلاحیت بھی پیدا ہوسکتی ہے۔ پانی ماحول کے منفی اور مثبت حالات کا اثر قبول کرتا ہے۔ ڈاکٹر ایموٹو نے کہا کہ کرۂ ارضی کی تمام مخلوقات خواہ وہ بظاہر جمادات (پتھر) ہی کیوں نہ ہوں ان میں ماحول کا اثر قبول کرنے کی صلاحیت ہے۔ کائنات کا ہر ذرہ شعور رکھتا ہے اور اسی شعور کے نتیجے میں وہ اپنے خالق کی تسبیح میں مصروف ہے۔

آب زمزم پر تحقیق

(ڈاکٹر محمد طارق، سربراہ شعبۂ فزیالوجی، کبیر میڈیکل کالج، پشاور)

جاپان کے مایہ ناز سائنسدان ڈاکٹر مسارو وایموٹو نے انکشاف کیا ہے کہ آبِ زمزم میں ایسی خصوصیات پائی جاتی ہیں جو اس کے سوا دنیا کے کسی بھی پانی میں موجود نہیں۔ انہوں نے نینو نامی ٹیکنالوجی کی مدد سے آب زمزم پر متعدد تحقیقیں کی ہیں جن کی مدد سے انہیں معلوم ہوا کہ آب زمزم کا ایک قطرہ عام پانی کے ایک ہزار قطروں میں شامل کیا جائے تو عام پانی میں بھی وہی خصوصیات پیدا ہو جاتی ہیں جو زمزم میں ہیں۔

ڈاکٹر ایموٹو جاپان میں قائم ہیڈ وانسٹی ٹیوٹ برائے تحقیق کے سربراہ ہیں اور آج کل مملکت کے دورے پر آئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنے ایک لیکچر میں کہا کہ جاپان میں انہیں ایک عرب باشندے سے آب زمزم ملا جس پر انہوں نے متعدد تحقیقیں کی ہیں۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ زمزم کے قطرے کا بلور (ایک چمکدار معدنی جوہر) انفرادیت رکھتا ہے۔ دیگر کسی پانی کے قطرے کے بلور سے مشابہت نہیں رکھتا۔ کرۂ ارضی کے کسی خطے سے لئے گئے پانی کے خواص زمزم سے کسی طرح بھی مشابہت نہیں رکھتے۔ انہوں نے لیبارٹری ٹیسٹ کے ذریعے معلوم کیا کہ آب زمزم کے خواص کو کسی طرح بھی تبدیل کرنا ممکن نہیں۔ اس کی اصل وجہ جاننے سے سائنس قاصر ہے۔ زمزم کی ریسائکلنگ کرنے کے بعد بھی اس کے بلور میں تبدیلی نہیں پائی گئی۔

جاپانی سائنسدان نے مزید انکشاف کرتے ہوئے کہا کہ مسلمان کھانے پینے اور ہر کام کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جس پانی پر بسم اللہ پڑھی جائے اس میں عجیب قسم کی تبدیلی وقوع پذیر ہوتی ہے۔ لیبارٹری ٹیسٹ کے ذریعے عام پانی کو طاقتور خوردبین کے ذریعے دیکھا گیا پھر اس پر بسم اللہ پڑھنے کے بعد دیکھا گیا تو اس کے ذرات میں تبدیلی واقع ہو گئی تھی۔ بسم اللہ پڑھنے کے بعد پانی کے قطرے میں خوبصورت بلور بن گئے تھے۔

(باقی صفحہ ۳۱ پر)

رجب رجب رجب رجب رجب

رجب رجب رجب رجب رجب

رجب رجب رجب رجب رجب

رجب رجب رجب رجب رجب

رجب رجب رجب رجب رجب

رجب رجب رجب رجب رجب

رجب رجب رجب رجب رجب

بِسْمِ اللّٰهِ الْرَ حْمٰنِ الْرَ حِیْمo

یَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُوَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍمِّنْ طِیْنٍ o ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍمَکِیْنٍ o ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰماً فَکَسَوْنَا عِظٰمَ لَحْماً ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰهُ خَلْقاً اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ o رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصَّالِحِیْنَ o رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْن o رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَدُنْکَ ذُرِّیَةً طَیِّبَةً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثًا وَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرًا ط اِلٰهِی بَحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ وَ اَهْلِ بَیْتِ الْعِظَّام.

بِسْمِ اللّٰهِ الْرَ حْمٰنِ الْرَ حِیْمo

یَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُوَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍمِّنْ طِیْنٍ o ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍمَکِیْنٍ o ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰماً فَکَسَوْنَا عِظٰمَ لَحْماً ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰهُ خَلْقاً اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ o رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصَّالِحِیْن o رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْن o رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَدُنْکَ ذُرِّیَةً طَیِّبَةً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثًا وَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرًا ط اِلٰهِی بَحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ وَ اَهْلِ بَیْتِ الْعِظَّام.

[نوٹ: بندہ کے متعلقین میں سے کچھ حضرات بندہ کے لیے سرمایۂ آخرت ہیں۔انہیں میں سے جناب شبیر احمد صاحب کا کاخیل اور مفتی شوکت صاحب بھی ہیں ۔ ہر دو حضرات کو دین کے مختلف موضوعات کے بارے میں تحقیق کرنے کا انتہائی انہماک حاصل ہے۔اللہ تعالیٰ اس جذبے کو قبول فرمائے اور ان کی آخرت کی سرخروئی کا ذریعہ بنائے۔اوقات اسلامی کے بارے میں دونوں نے خوب عرق ریزی سے کام کیا اور اپنے مقالات اشاعت کے لیے رسالہ ''غزالی'' کو بھیجے۔یہ مقالے قسط وار شائع ہوتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے نفع حاصل کرنے کی توفیق دے۔آمین

[ڈاکٹر فدا محمد]